آہ بے چاری شریعت! اپنے بھی خفا مجھ سے……

عبدالرشید ارشد (جوہر آباد)

عالم اسلام کو چھوڑ یئے کہ کوئی بھی نظریاتی سلطنت ہونے کی دعوے دار نہیں ہے۔ یہ اعزاز صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہے۔ جس کے بانی قائد اعظم نے تخلیق وطن سے قبل ہی کئی بار واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ میری ساری محنت صرف اور صرف اس لیے ہے کہ ایک خالصتاً اسلامی نظریاتی ریاست وجود میں آئے قرآن وسنت جس کا دستور ہو، جہاں مسلمان اور غیر مسلم مکمل آزادی کے ساتھ اسلامی شریعت کے فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوتے زندگی گزاریں۔ یہ مملکت میرے لیے آخری کا زادِ راہ بن جائے۔

بدقسمتی نے جنم لیا کہ قیامِ وطن کے بعد ایک ہی سال گزرا جب بانئ پاکستان، داعی اسلام، قوم کو بیچ منجھدار چھوڑ کر اپنے خالق کے حضور پیش ہوئے۔ وارث ایسے تھے جن کی جھولی میں مسلمان ہونے کا ''انتہائی وزنی دعویٰ'' تو تھا مگر وہ ہر لمحہ اسلام سے خائف تھے۔ دعویٰ اسلام تو تھا مگر عملی زندگی کا اسلام سے عملاً کوئی واسطہ نہ تھا۔ عملی زندگی میں جو رویے غیر مسلموں کی عمومی زندگی میں تھے وہی رویے کم وبیش ان مسلمان کہلوانے والوں میں پائے جاتے تھے۔ صرف ناموں کا فرق دیکھنے میں آتا تھا۔ کام اور عمل میں کوئی فرق نہ دیکھا گیا۔

مملکت محتاج ہوتی ہے۔ آئین ودستور کی جو یہاں بنتے رہے، بگڑتے رہے کہ ہر کوئی ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' گنگناتے زندگی کی دوڑ میں مصروف دیکھا جاتا رہا۔ جہاں تک علمائے کرام کا تعلق تھا جو انبیاء علیہم السلام کے جائز وارث ہونے کے دعوے دار تھے۔ گنتی کے علمائے کرام کو چھوڑ کر، اکثریت اپنے حقیقی مقام ومرتبہ سے منہ موڑے فروعی اختلافات کو ہوا دینے اور کفر سازی میں مشغول رہی۔ سیاست دان اور علماء مل کر قوم کی تعمیر کرتے ہیں اور بیوروکریسی اس کام میں معاونت کرتی ہے مگر یہاں بیوروکریسی بھی کالے انگریزوں پر مشتمل تھی۔ اِلّا ماشاءاللہ۔

1973ء میں متفقہ طور پر ایک آئین قوم کا مقدر بنا۔ قرارداد مقاصد اگرچہ اس کا حصہ بنی، آئین کی پیشانی پر لکھ دیا گیا کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی ضابطہ ملک میں نافذ العمل نہیں رہے گا مگر عملاً جو کچھ سامنے آیا وہ وہی کچھ تھا اور آج بھی کم وبیش وہی کچھ جو انگریز آقا نے ورثے میں اپنی ''ذُریّت'' کے سپرد کیا تھا۔ اشک شوئی کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل، فیڈرل شریعہ کورٹ اور سپریم شریعہ اپیلٹ کورٹ بنائے گئے مگر ان اداروں کی کارکردگی اور ان کا عملہ ہمیشہ ہی

باعث نزاع رہا۔ یہ تہمت نہیں حقیقت ہے۔

''اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہ ہوگی'' اور پارلیمنٹ کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لکھ دیا گیا۔ ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ کی پیشانیوں پر قرآنی آیات کندہ کردی گئیں۔ انصاف کے ترازو نصب کردیئے گئے مگر کیا ان سب اداروں میں قرآن وسنت کے مطابق فیصلے ہوتے رہے؟ کیا انہی عدالتوں نے آج تک ''اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ'' سود کو برقرار نہیں رکھا؟ کیا آج تک ثابت شدہ زانی کو سنگسار کروایا؟ کیا کسی عدالت نے مسلّمہ چور کا ہاتھ کٹوایا؟ کسی ڈاکو پر حد نافذ کروائی؟ کیا عدلیہ نے، انتظامیہ نے باہم مل کر عوام کے مسائل پر کوئی اہم فیصلہ کیا؟ کیا شریعت یعنی قرآن وسنت میں غریب اور امیر کا وہ فرق جو مٹنا چاہیے تھا کبھی مٹانے کی کسی نے کوشش کی؟ ایک شخص تجارت سے، صنعت سے کروڑ پتی، ارب پتی بن جائے، اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ ماسوائے زکوٰۃ کی فرضیت کے یا انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے۔ کمائی کے حلال ہونے پر زور دیتا ہے مگر اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو اسلام یہ کہاں اجازت دیتا ہے کہ گریڈ ایک سے سولہ تک تو چند ہزار روپے ماہوار کا منہ دیکھ سکیں اور کچھ لاکھوں ماہوار لوٹیں۔

اسلامی شریعت ریاست کو مجبور کرتی ہے کہ بلا لحاظ مذہب وقومیت ہر شہری کو وسائل رزق کی فراہمی لازم بنائی جائے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کو سپریم لاء تسلیم کر لینے بلکہ درست الفاظ تحریر کی حد تک قبول کر لینے والوں نے اس بات کا خصوصی اہتمام کیے رکھا کہ غریب ہر حالت میں غریب ہی رہے اور لاکھوں ماہوار پر سفید ہاتھی ہر محکمہ اور ہر شعبہ میں غریب کے حصہ کا ''چارہ'' ہڑپ کرتے رہیں۔ پی آئی اے ہو، عدلیہ ہو، کارپوریشنوں میں اعلیٰ عملہ ہو یا سرکاری اعلیٰ افسران ہوں کیا یہ اوران کے بچے سونا اور جواہرات کھاتے ہیں؟

سنا گیا کہ پی ٹی وی میں اعلیٰ اسامیوں پر تیس تیس، پینتیس پینتیس لاکھ ماہوار اور اسی قدر مراعات پر تعیناتیاں کی گئی ہیں۔ پی آئی اے کے چیئر مین 28 لاکھ ماہوار پر بھرتی ہوئے۔ کم وبیش اسی قدر ماہوار مراعات تھیں۔ موصوف نے 3 سالہ کنٹریکٹ کا پیشگی 10 کروڑ (اخباری اطلاع کے مطابق) ایڈوانس وصول کر لیا۔ اسی طرح بے شمار وزراء کی فوج ظفر موج تنخواہوں اور مراعات کے نام پر عیاشی کرتی دیکھی جارہی ہے۔ امریکہ جیسے بڑے ملک میں تو درجن ڈیڑھ درجن وزراء سے کام چل رہا ہے اور مقروض بلکہ کشکول پکڑے مزید قرضوں کے طالب پاکستان میں صوبائی اور وفاقی سطح پر وزراء اور مشیروں کی بٹالین بھرتی کی گئی ہے۔ اُن کے نازنخرے اٹھانے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں کہ ادائیگی تو کوئی بعد میں آنے والا کرے گا۔ وزراء کی بلٹ پروف گاڑی، اعلیٰ بنگلے اور سٹیٹس والی مراعات اُن کی عوام میں ''مقبولیت'' کا ثبوت ہیں کہ وہ عوام کا غم اور دکھ درد لنچ اور ڈنر کے ساتھ کھاتے ہیں۔ جس جمہوریت کے غم میں نڈھال امریکہ نے افغانستان اور عراق پر یلغار کی۔ جس جمہوریت کا دعویٰ پاکستان میں کیا جارہا ہے۔ یہ محض عوام کو بے وقوف بنانے والی جمہوریت ہے۔ کونسا فیصلہ ہے جس میں عوامی رائے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس جمہوریت کو شورائیت سے مماثلت دینے والے احمقوں کی

جنت میں رہتے ہیں کہ اس جمہوریت کا شورائیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔عوام صرف ووٹ دینے کے لیے ہیں۔ فیصلہ ساز تو بیوروکریسی ہے۔

شریعت کا نفاذ اور شریعت کا خوف آج کا اہم ترین مسئلہ ہے۔کسی کے نزدیک نفاذِ شریعت حکومت کے اندر حکومت بنانا ہے تو کسی کو خطرہ ہے کہ یہ شریعت پھسل کر اسلام آباد کے راستے لاہور اور کراچی کوئٹہ تک پہنچ جائے گی اور یوں ملک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔قوموں کی روشن خیال برادری میں ہم ''بنیاد پرست نِکّو'' بن جائیں گے۔غرض آج کا اہم قضیہ شریعت ہے۔روشن خیالوں کے نزدیک موجودہ نظامِ عدل اور مملکت کے دیگر سبھی امور شریعت کے مطابق چل رہے ہیں اور انھیں بدلنے کی کوشش کرنا، شریعت کو مجروح کرنا ہے۔دلیل یہ ہے کہ سوات کے صوفی محمد کے علاوہ بھی تو ملک کے علماء ہیں۔انھوں نے کبھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی نہ بات کی۔علماء کے سرخیل مولانا فضل الرحمٰن اور وفاقی وصوبائی وزراء مذہبی امور بھی سرکاری شریعت پر مطمئن ہیں۔

صوفی محمد صاحب مطالبہ نفاذِ شریعت محمدی میں تو حق بجانب ہیں۔اسلامی نظامِ عدل کو بالفعل نافذ کرنا ہر ''مرض'' کا شافی علاج ہے۔مگر اُن کے رویے اور مطالبے کے طریقے سے اختلاف ہے کہ انھوں نے **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ہی احسن** کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے نوٹس اور الٹی میٹم کا طریقہ اپنایا ہے جو قرآنی طریقہ اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے محروم ہے کہ نفاذِ شریعت ایک تدریجی عمل ہے اور یہ ڈنڈے کے زور پر نافذ نہیں ہوسکتی۔جن عوام پر اسے نافذ کرنا ہے اُن کی ذہنی تیاری کے لیے درکار وقت کا خیال رکھنا بنیادی تقاضا ہے۔نفاذِ شریعت مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 1،2 یا 4 نہیں ہے۔ہنگامی اقدامات سے نافذ شریعت دیرپا اثرات نہیں دکھاتی۔

مکہ کے معاشرہ پر اگر شراب کو خالق نے بیک جنبشِ قلم حرام قرار دے کر مثال قائم کی ہوتی تو ہم استدلال کرتے۔مکمل شریعت بیک وقت نافذ کرنے اور اس کے کامیاب ہونے کا یقین کر لیتے۔خالق انسانی نفسیات ودواعیات کا بہتر جاننے والا ہے۔لہٰذا اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تدریج کے ساتھ لمبے عرصے میں تکمیل نفاذِ شریعت کا کام سرانجام دیا بلکہ امت کے سامنے اسے بطور مثال رکھا کہ آنے والے یہی راہ اپنائیں۔آج ایک رات یا ایک دن میں داڑھی رکھوانا، ویڈیو سے نفرت کرنا، گانے کی جگہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنا، سود سے بچ جانا یا ایسی ہی دیگر معاشرتی خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا نفاذِ شریعت کے ایجنڈے کا پہلا نقطہ قرار پا رہا ہے جو حکمت وبصیرت کی نفی کرتا ہے۔نفاذِ شریعت کا کام برسوں کی محنت کا متقاضی ہے۔مارشل لاء طرز پر کام کریں گے تو چند ماہ بعد اُلٹے نتائج سامنے آنے شروع ہوجائیں گے۔سب سے پہلے نظامِ تعلیم اور نظامِ عدل پر توجہ دیجیے۔جس قدر ان میں اصلاحِ احوال ہوگی اُسی قدر نفاذِ شریعت کی راہ ہموار ہوتی رہے گی اور پھر اسی میں استمرار کی ضمانت بھی ہوگی۔

شریعت سے پرائیوں ہونا تو سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کی دشمنی اسلام سے ہے اور یہ دائمی ہے۔اگرچہ تاریخ کی

گواہی سے صفحات پُر ہیں کہ اسلامی شریعت جہاں بھی اور جب بھی بالفعل نافذ رہی۔ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں نے بھی ہر شعبۂ زندگی میں اس سے فیض حاصل کیا۔ Preaching of Islam میں ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے کھلے الفاظ میں اسلام کے نظامِ شریعت کا اعتراف کرتے مثالیں دی ہیں کہ کس طرح اپنے ہم مذہب عیسائی حکمرانوں کے مقابلے میں مسلمان حکمرانوں کو ترجیح دی اور مسلمانوں کی معاونت کی۔ یہ یہود کا تعصب اور آتشِ انتقام ہے جس نے عیسائی برادری کو ہم نوا بنا کر اسلام کے سامنے لا کھڑا کیا اور اسی لیے قرآن حکیم میں خالق نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ اس خالق کا فرمان ہے جو یہود و نصاریٰ کا بھی خالق ہے اور مسلمانوں کا بھی۔ دونوں طرح کے منہج اور رویّوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ یہ ''اپنے'' نفاذِ شریعت سے اس لیے خائف ہیں کہ عملی زندگی کی تمام تر ''لذتیں'' منہ موڑ جائیں گی اور زندگی ''بے کیف'' ہو جائے گی۔ شرعی نظامِ تعلیم اور نظامِ عدل عملاً نافذ ہو گیا تو سارے اَللّے تللّے چھوڑنے ہوں گے۔ عدالت کے سامنے سربراہ مملکت کو بھی جوابدہ ہونا پڑے گا۔ جو موجودہ مبینہ ''شرعی نظام'' میں مقدس گائے بنا ہر محاسبہ سے مبرا ہے۔ اس نظامِ عدل سے لوٹ کھسوٹ ممکن نہ رہے گی بلکہ سادہ زندگی گزارنا پڑے گی۔ قرضوں کا نظام بدل جائے گا اور ''مقروض'' سے پائی پائی وصول کی جائے گی۔ غریب مقروض کا قرض حکومت ادا کرنے کی پابند ہوگی۔

اسلام سے محبت کے دعوے دار آج ''دودھ پینے والے مجنوں'' ہیں۔ خون دینے والے طالبان بن کر بدنام ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی محنت کامیاب ہے کہ انھوں نے ہر شعبۂ زندگی میں اپنے زرخرید ضمیر فروش گھس بیٹھے داخل کر رکھے ہیں۔ خصوصاً بیوروکریسی، دینی و سیاسی جماعتوں میں یا دانشوروں، صحافیوں اور ثقافت کے ٹھیکیداروں میں۔ ہر کوئی یہ جانتا ہے مگر اپنی صفوں سے انھیں نکال باہر کرنے کی بجائے ان کی گرفت میں ہے۔

نفاذِ شریعت بالفعل اور بتدریج پاکستان کا مقدر صرف اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ بیوروکریسی، علماء اور میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرانک) باہم مل کر کام کریں۔ علماء اور میڈیا سماجی واخلاقی اور دینی اقدار کو اجاگر کر کے عوام کی کردار سازی کریں۔ بیوروکریسی تدریج کے ساتھ نظامِ تعلیم کے نفاذ میں مدد دے، روڑے نہ اٹکائے اور اس اتحادِ ثلاثہ کو نظامِ عدل تحفظ دے اور سدِ راہ ثابت ہونے والوں کو کٹہرے میں کھڑا کرے۔ جب تک کام اس ڈھب سے نہ ہوگا مطلوبہ نتائج سامنے نہ آسکیں گے اور شریعت بے چاری خواہ مخواہ بدنام ہو کر طعنہ بنی رہے گی۔ نہ صوفی محمد کامیاب ہوں گے اور نہ ہی کوئی اور۔ افغانستان کے طالبان نے یہ کام کیا تھا۔ سو فیصد تو درست نہ تھا مگر دو چار فیصد کی نظر انداز بھی کی جا سکتی ہے۔ طالبان کا نفاذِ شریعت کا یہ کارنامہ یہود و نصاریٰ کے سینے کی پھانس تھا جسے نکالنے کے لیے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا ڈراما رچایا اور سوات فاٹا قبائل میں شریعت کا راستہ ''مذہبی انتہا پسندی'' کے خاتمے کے نام پر روکا جا رہا ہے۔